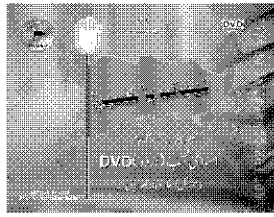


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaaraat.com

www.ziaaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

دین احمد کے نگہبان حسین ابن علی
بنت احمد کے دل و جان حسین ابن علی

بیاض

دست

نارِ ان حسین

سید رضی رضوی

مجموعہ نوحہ جات

دستہ ناصران حسینؑ "حبرِ طہ"

ستمبر ۱۹۸۴ء

ناشران

محفوظ ایک انجینی مارٹن روٹ
(قیمت)

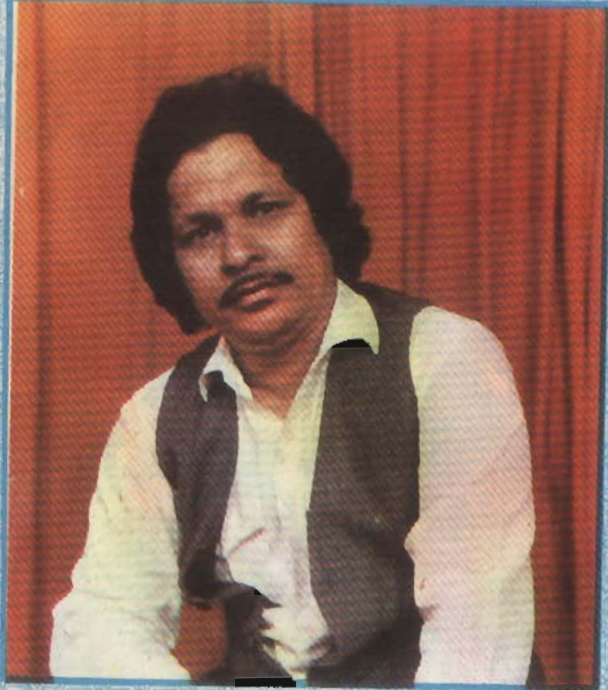
تعارف

۱۹۷۱ء میں چند نوجوانوں نے بانی دستہ جناب دلشاد حسین رضوی صاحب کی سرکردگی میں دستہ ناصران حسین کی بنیاد ڈالی۔

۱۹۷۷ء میں پیر مظہر حسین شاہ صاحب کی شمولیت اور ان کی انتھک جدوجہد محنت اور خلوص نیت سے شبِ عزا کا انعقاد ہوا جس سے مائمی حلقوں میں دستہ ناصران حسین متعارف ہوا۔

۱۹۷۹ء ادارے کی ترقی کے لیے اہم سال ثابت ہوا جس کی وجہ ہمارے صاحب بیاض جناب سید رضی رضوی صاحب کی ہندوستان سے کراچی آمد اور دستہ ہذا میں شمولیت تھی۔ کچھ ہی عرصے میں رضی صاحب نے اپنے منفرد انداز کی بدولت دستہ ہذا کو ان چند انجمنوں کی فہرست میں شامل کر دیا جس کے بغیر فوضوانی ناممکن بھی جاتی ہے۔ اسی سال انجمن حیدری (خیر پور) نے کراچی سے چند انجمنوں کو مدعو کیا جن میں انجمن دستہ ناصران حسین بھی شامل تھی۔

جناب رضی رضوی صاحب کی پُر سوز آواز کو سامعین نے بہت سراہا اور دستہ کو گولڈ میڈل عطا کیا گیا جو کہ دستہ کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ یہ مولا کا کرم ہے کہ دستہ ناصران حسین نے بہت کم مدت میں



صاحب بیاض سید رضی رضوی

وہ مقام حاصل کر لیا جس کے لیے بیشتر انجمنیں مدتوں سے کوشاں تھیں۔
میں اس موقع پر جناب ابراہیم کاظمی، جناب ایاز امام رضوی
کو فراموش نہیں کر سکتا جن کی پر خلوص بہمت افزائی اور مشوروں نے
ہمیشہ ہمارے عزائم کو بلند رکھا۔

آخر میں ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ ہم شہرِ کربلا کی خدمت میں
اسی خلوص اور محبت سے نذرانہ عقیدت پیش کرتے رہیں گے (شاہد اللہ)
آمین ثم آمین

سید کاظم رضا
جنرل سکرٹری

صفحہ نمبر	مصرعہ اول	نمبر شمار
۵۶	جب ذوالجناح خیمہ میں آیا لبو بھرا	۱۹
۵۶	اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے	۲۰
۶۲	آ جاؤ آ بھی جاؤ میرے پردیسی برین	۲۱
۶۵	کچھ معجزہ اے شام غریباں تو دکھا دے	۲۲
۶۸	شہر و نہ بھی جاؤ نہ جاؤ میرے پیارے	۲۳
۷۱	رو کے کہتی تھی سکینہ میرے بابا بابا	۲۴
۷۳	کہتی تھی یہ سشہ کی دختر	۲۵
۷۷	جتنے بھی مصائب ہوں نہ گھبراؤ یونینٹ	۲۶
۸۰	العطش، العطش، العطش، العطش	۲۷
۸۳	پکارا دین محمد نے کوئی ناصر ہے۔	۲۸
۸۷	میرے غریب میرے تشنہ کام زندہ باد	۲۹
۹۰	کہتے تھے یہ سبط نبی ہم کو نہ روکو	۳۰
۹۲	لاش عباسؑ زن سے آنہ سکا۔	۳۱
۹۵	زنداں کے اندھیرے میں کچھ حرکت میں	۳۲
۹۷	دے اس کو سلامی اے کوثر	۳۳
۹۸	شہیدؑ کی بیجے بول کے دنیا کو ہلا دو	۳۴
۱۰۱	جب بیو پانی حسینؑ ابن علیؑ کا نام لو	۳۵
۱۰۳	کاروان حتی جو گذرا شام کے بازار سے	۳۶

فہرست نوحہ جات

صفحہ نمبر	مصرعہ اول	نمبر شمار
۱۰	جب بنا لیا ہم نے تم کو راز داں اپنا	۱
۱۳	کر بلا، کر بلا،	۲
۱۷	سیری گود اُڑی میری مانگ اُڑی۔	۳
۱۹	ماں بازو ہلا کر کہتی تھی	۴
۲۱	ہائے علی اصغرؑ ہائے علی اصغرؑ ہائے علی اصغرؑ	۵
۲۳	عباسؑ عہدار کی جرأت تو ذرا دیکھ	۶
۲۷	لوریاں دیتی تھی ماں	۷
۳۰	ششیر جب کہ آگنی صدر کے ہاتھ میں	۸
۳۲	مرحبا سید ابراہین ابن علیؑ	۹
۳۵	اسلام کی تبلیغ پہ تبلیغ عزا ہے۔	۱۰
۳۸	نیند تربت میں آئے گی کیوں کر	۱۱
۴۱	وفا پرست و فاکا نشان لے کے چلے	۱۲
۴۵	آپ بابا کہاں ہیں بتا دیجیے	۱۳
۴۷	کبھی مقتل سے جو زینداں میں ہوا آتی ہے	۱۴
۴۸	شہیدؑ دینے سے گرنہ میں آجاتے	۱۵
۵۰	رو کے زینبؑ نے کہا رہ گئے سرور تنہا	۱۶
۵۲	آگیا ماہ عزا آنسو بہا لو فاطمہؑ	۱۷
۵۴	غربت پہ بے کسی پہ یہ صحرأ داس ہے	۱۸

کفر کی چلی آندھی، ظلم کے اُٹھے طوفان
 شکر ہے نہ تھکرایا ہائے امتحاں اپنا
 ایک بوند پانی کو اشقیا نہ ترسائے
 کاش وہ سمجھ لیتے ہم کو میہماں اپنا
 کائنات کی ہر شے دل پہ ہاتھ رکھے تھی
 کھارہا تھا جب برچی ایک نوجواں اپنا
 مشک بھر کے دریا سے تشنہ لب نکل آیا
 کیسا با وفا نکلا حاملِ نشاں اپنا
 ہم نے گرم ریتی پر شکر کا کیا سجدہ
 دیکھ کر ترائی میں سرنگوں نشاں اپنا
 جب ہماری باتیں بھی اشقیا نہیں سمجھے
 دن میں بے زبان آیا بن کے ترجماں اپنا
 تھا فضا میں ستارے، فق تھا چہرہ تہذیب
 سر کیا جو ظالم نے تیر جاں ستاں اپنا
 تھی زمین کو جنبش، آسمان پہ تھی ہلچل
 خون اگل رہا تھا جب طفلِ بے زباں اپنا
 آسمان کو تھا انکار اور زمیں نہ تھی راضی
 لے کے پھر کدھر جاتا خونِ بے زباں اپنا

①

”جب بنالیا ہم نے تم کو رازداں اپنا“

جب بنالیا ہم نے تم کو رازداں اپنا
 آؤ آج ہم کر دیں واقعہ بیاں اپنا
 یاد ہے ہمیں اب تک روزِ امتحاں اپنا
 کٹ رہا تھا جنگل میں جب کدوستانِ اپنا
 کس طرح سے دنیا میں کوئی رہ سکے زندہ
 جب نہ ہو زمیں اپنی اور نہ آسماں اپنا
 بستیوں سے منہ موڑا چل دیے سوئے صحرا
 کربلا میں آپہونچے لے کے کارواں اپنا
 ہوں ناک صحرا میں آگئی تھی اک رونق
 جب پہونچ گئے تھے ہم لے کے گلستاں اپنا

(۲)

کربلا اے کربلا

بجھ پہ کتنے شہیدوں کا خوں بہہ گیا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

بجھ پہ کتنے شہیدوں کا خوں بہہ گیا
اور تو چپ رہی تو نہ تڑپی ذرا
حشر میں نہ نبیؐ کو دکھائے گی کیا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

بجھ پہ عون و محمدؐ کی لاشیں گریں
چشم زینبؑ میں بچوں کی شکلیں پھریں
تو نہ ابھری کہ ماں دیکھ لیتی ذرا
کربلا - کربلا

کیا بہار آئی تھی گلشن رسالت پر
خوں میں جب نہایا تھا ایک اک جواں اپنا
خاک و خوں میں جب غلطاں ہم پڑے تھے صحرائیں
ریگ گرم تھی بستر، چرخ سائباں اپنا
کام جو ہارا تھا جب وہ ہو چکا پورا
تب بہن بڑھی آگے دینے امتحاں اپنا
دے رہا تھا خوں اپنا گلشن شریعت میں
چل کے راہ کانٹوں پر ایک ناتواں اپنا
سسکیوں میں بدلے تھے قمقمے سر دربار
یوں بہن نے بدلا تھا رنگِ داستاں اپنا
کل جو سجدہ حتیٰ میں ہم نے سر کٹا یا تمقا
سجدہ گاہِ ایماں ہے آج آستاں اپنا
یاد کر کے جو ہم کو اشکبار ہوتے ہیں
وہ ہمیں کو پائیں گے میسرِ کارواں اپنا
شکر حق کرو پہونچے تم ہمارے قدموں میں
ہم نے تم کو دکھلایا قصہ جادواں اپنا

لاشِ قائم کو گھوڑے پکھتے رہے
خوں کے سوتے رگوں سے اُبلتے رہے
اور تراشت وہ خون پیتا رہا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

کاش خیمے تک آجاتی بہ کفرات
یوں نہ کھٹے سرِ راہ سقے کے ہات
یوں سسکتی نہ سوکھے گلوں میں صدا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

لاشِ اکبر کی تجھ پر تڑپتی رہی
اور تیری زمیں تھی کہ تپتی رہی
ایک اک ذرہ نوکِ رِسنایں بن گیا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تو نے اصغر کو دیکھا پکھتے ہوئے
پاس سے باپ کے منہ کو تکتے ہوئے
تیرے دریا کا پانی چھلکتا رہا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

لاشِ شبیرِ پامال ہوتی رہی
ایک ماں اپنے بچے پہ روتی رہی
تو نے زہرا کو دیکھا تڑپتا ہوا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تجھ پہ لٹے رہے مصطفیٰ کے حرم
کاش کھلتے نہ بیوؤں کے سرمے کم
تیرے ذرے ہی بن جاتے ان کی ردا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تجھ پہ آلِ پیمبر کے خیمے جلے
رات بیوؤں نے کاٹی فلک کے تلے
تارے روتے رہے چاندِ عقارِ ہا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تو نے بیمار کی وہ کراہیں سنیں
جن میں احساس کی برچھیاں جذبِ تھیں
روح کی چیخ تھی جن کی دھیمی صدا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تو نے دیکھا اسیروں کو جاتے ہوئے
سر کے بالوں سے منہ کو چھپاتے ہوئے
دل شکستہ، رسن بستہ و بے ردا

کر بلا ، کر بلا ، کر بلا ، کر بلا

اب ترے خاک اڑانے سے کیا فائدہ
میتیں رہ گئیں ، مٹا چکا
حشر تک تو ہے اب اور شغلِ عزا

کر بلا ، کر بلا ، کر بلا ، کر بلا

(۳)

انیس .

میری گودا اُڑی میری مانگ اُڑی اکبر بھی نہیں سرور بھی نہیں
سب لٹ گیا راہِ خالق میں حد یہ ہے کہ اب افسوس بھی نہیں

دو چیزیں ہیں ایسی دنیا میں جن سے ہے سکون اور قوتِ دل
میری قسمت ایسی بھوٹ گئی، شوہر بھی نہیں دلبر بھی نہیں

پہلی ہے سکنہ اس درجہ، دوں اُس کو تسلی کیا کہہ کر
عباس نہیں سرور بھی نہیں پانی بھی نہیں گوہر بھی نہیں

کس درجہ مصائب لکھے ہیں، اک شب کی دولہن کی قیمت میں
نہ باپ نہ بھائی اور نہ چچا، اولاد نہیں شوہر بھی نہیں

عزات نہ کسی کو پہلے ہوئی، اب کرتے ہیں اعداد جو رجفہ
بیست سے لڑتے تھے جس کی وہ شیرِ وفا پس کر بھی نہیں



ماں بازو ہلا کر کہتی تھی، جاگو علی اکبر بھور بہی

ماں بازو ہلا کر کہتی تھی، جاگو علی اکبر بھور بہی
سنگال بھیا نک رین کٹی، جاگو علی اکبر بھور بہی

آکاش پتائے ڈوب گئے، دنیا کے کناے بھیر لگی
چہکار مچاوت ہیں پنچھی، جاگو علی اکبر بھور بہی

پالا ہے تمہیں بالک پن سے، زہرا کی سہاگن بیٹی نے
دیکھو نہ خفا ہو جائیں پھوپھی، جاگو علی اکبر بھور بہی

کچھ ماں سے خفا ہو کیا بیٹا، میں نے تو تمہیں کچھ بھی نہ کہا
مورے لالہ کیسی نیند لگی، جاگو علی اکبر بھور بہی

کرتے ہیں جفا میں آکر بے وارث جان کے اہل ستم
سب قتل ہوئے راہ حق میں سارا نہیں لشکر بھی نہیں

غریباں ہیں جنازے مقتل میں ہم قیدی ہیں اور سرنگے
کس طرح سے ہوگا غسل و کفن، پانی بھی نہیں چادر بھی نہیں

کس کس سے کروں روداد بیان کس کس کو بتاؤں اپنا نشان
میں ایسی مسافر ہوں جس کی منزل بھی نہیں رہبر بھی نہیں

کہتے ہیں انیس آل نبی ہم خود کو مگر سچ تو یہ ہے
ظاہر میں تو لاکھوں ہیں لیکن باطن میں تو مٹی بھر بھی نہیں



ہتھیار بدن پر سجتے ہیں، من موہن پتر محمد کے
لو جلتے ہیں رن کو چھتر پتی، جاگو علی اکبر بھور بھی

⑤

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

مر مر مر مر مر مر مر مر مر مر

دے چکے ہل من کی صدارت میں جب شیر
گر کے جھولے سے پکارا اصغر بے شیر
ہوں نہ بابا مضطرب حاضر ہے یہ دلگیر

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

ہاتھوں سے پکڑے کمر آئے شبہ ذبحا
پر گئی کہلائے ہونٹوں پر نظر ناگاہ
چوم کے سوکھے لبوں کو شہ نے کھینچی آہ

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

وہ بات پہ سر دینے کے لیے، رن ویر چلے رن بھومی کو
لکار سے ہلتی ہے دھرتی، جاگو علی اکبر بھور بھی

اسواری کھڑی ہے رن کے لیے، بیا کل ہے پھوپھی دشن کیلے
اور سیج پہ تم سوئے ہوا بھی، جاگو علی اکبر بھور بھی

انور یہ ہلک کر کہتی تھی ماں، مورے نند کھکب دو اذان
ہوتی ہے سحر کو پھوٹ چلی، جاگو علی اکبر بھور بھی

ہاتھوں کو پھیلا کے بولے شاہِ خوشخصال
چل تجھے پانی پلا لاؤں میں رن سے لال
ظالموں سے میں کروں گا آب کا سوال

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،

کیا کروں اصغر میں ہوں زحموں سے چور چور
دے نہیں سکتا تمہیں پانی ہے دل رنجور
تم گلہ نہ کرنا بیٹا باپ ہے مجبور

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،

ایکے اصغر پلے پھر جانبِ میدان
دی صدا ہے کیا خطا چہرہ ماہ کا ناداں
دوا سے پانی ہے یہ کچھ لمحوں کا ہماں
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،

جاں بلب تھا دستِ شہ پہ پیاس سے بے شیر
حزلم نے ناگہاں مارا اک ایسا تیر

گردنِ اصغر چھدی اور بازوئے شبیر
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،

جب چلے خیمے کی جانب شاہِ دل ملول
ہاتھ میں لاشِ پسر سر پر لڑائے دھول
لوریابِ اصغر کو چیمے دہ دل بتول
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،
اب تمہارے بعد ہے یہ زندگی ویران
کر گئے جموئے کو خالی، گھر کیا سنان
اب مجھے لگتا ہے میرا جسم بھی بے جان
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،
ماں پکاری جیخ کر اصغر ترے قسربان
کر گئے مجھ غمزدہ کی گود کو ویران
کیا یہ ننھا سا گلا تھا لائقِ پیکان
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،
کہہ کے بانو ہائے پچھاڑے کھاتی تھی سرشار
کس طرح بے شیر میں بھولیوں گی تیرا پیار
پھر دکھا دے چل کے ماں کو گھنٹیاں اک بار
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر،

عباس علمدار کی جرأت تو ذرا دیکھ

عباس علمدار کی جرأت تو ذرا دیکھ
پھرے ہوئے ضیغم کو سر کر بے بلا دیکھ

قبضے میں تھا ہر چند کہ بہتا ہوا دریا
عباس نے ہونٹوں کو مگر ترنہ کیا دیکھ

کٹوا دیے ہاتھ اپنے کہ پانی کو چھو اٹھا
اے دیکھنے والے اسے کہتے ہیں دفا دیکھ

غازی کے وسیلے سے اٹھا ہاتھ دعا کو
تاغرش بریں جائے گی پھر تیری دعا دیکھ

آنکھوں سے لگا جو دم پھر رہے کو علم کے
ہے سامنے تیرے علم فوج خدا دیکھ

نازا اپنی عبادت پہ عبث ہے تجھے زاہد
سجدہ کوئی کرتا ہے تہہ تیغ جفا دیکھ

اکسیر ہے تاحشر یہ بیمار کے حق میں
آنکھیں ہیں تو یہ معجزہ خاکِ شفا دیکھ

شہ بولے سکینڈے کے عباس کو روکو
اب جا کے نہ واپس کبھی آئیں گے چپا دیکھ

شبیئر اٹھاتے ہیں جواں لال کی میت
دشوار ہے کتنی رو تسلیم درضا دیکھ

شہ نے کہا بے شیر کو تربت میں لٹا کر
ایذا نہ ہونچے کو کوئی دشتِ بلا دیکھ

اُمت نے جلا ڈالا محسّد کا بھرا گھر
یوں اجسیر رسالت کیا امت نے ادا دیکھ

④

لوریاں دیتی تھی ماں اصغر ناداں سو جا

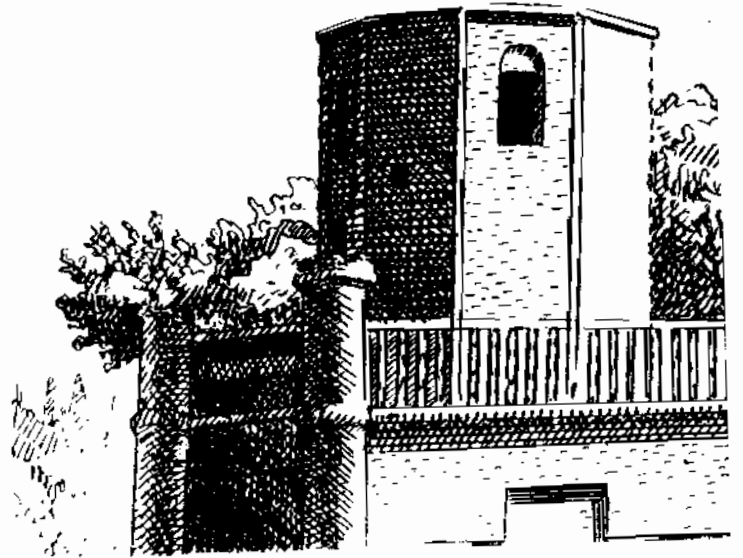
—————

لوریاں دیتی تھی ماں اصغر ناداں سو جا
میری آغوش میں اک رات کے جہاں سو جا

پاسباں اکبر و عباس ہیں خیموں کے ابھی
ہیں ترے سر پہ ابھی سرورِ ذی شاں سو جا

آج کی شب کی خموشی یہ پتہ دیتی ہے
صبح اُٹھے گا کوئی ظلم کا طوفاں سو جا

کل تو خیمہ کوئی ہو گا نہ یہ وارث ہوں گے
کل تو اس دشت میں ہے شامِ غریباں سو جا



آج کی شب تو سلاقی ہے تھپک کر مادر
کل سلائے گا تجھے ظلم کا پیکاں سو جا

آج آنچل کو مرے اوڑھ کے سو جا مرے لال
کل تو ہونسا ہے میرے سر کو بھی غریاں سو جا

آج میں کیوں نہ سنواروں ترے گیسو بیٹا
کل بندھے ہوں گے مرے ہاتھ مری جاں سو جا

تیرے اس چاند سے چہرے کے قصدق مادر
کل تو ہونا ہے اسے خاک میں پنہاں سو جا

آج تو سایہ دامنِ ردا ہے تجھ پر
کل چھپائے گی تجھے خاکِ بیا باں سو جا

بعد تیرے نہ سکیں نہ بھی چہیے گی بیٹا
مجھ سے لے لگا اُسے شام کا زنداں سو جا

ختم کرتا ہے ترے لوحِ غم کو تقویٰ
بے تیرے واسطے شاعر تیرا گریاں سو جا





شمشیر جب کہ آگئی صفدر کے ہاتھ میں

~ ~ ~ ~ ~

شمشیر جب کہ آگئی صفدر کے ہاتھ میں

ساحل خود آگیا ہے دلاور کے ہاتھ میں

عباسؑ کو حسینؑ نے دیں کا علم دیا

جیسے علم رسولؐ کا جعفرؑ کے ہاتھ میں

آخر کو جب کسی سے نہ خیبر فتح ہوا

احمدؑ نے تب علم دیا حیدرؑ کے ہاتھ میں

مالکؑ نے جب خرید لیا نفس حیدری

مرضیؑ خدا کی آگئی حیدرؑ کے ہاتھ میں

خود چھوڑ دی علیؑ کی سخاوت کو دیکھ کر

اونٹوں کی جو مہارت تھی قبر کے ہاتھ میں

اے اہل دل بتاؤ کہ گزرے گی تم پہ کیا

کوزہ جو خالی دیکھو گے دفتر کے ہاتھ میں

السانیت بھی رونے لگی منہ کو پھیر کر

باندھی رکن جو زینبؑ مضطر کے ہاتھ میں

اس کو زمیں پہ پھینکیں کہ سوئے فلک اسے

اصغرؑ تمہارا خون ہے سرور کے ہاتھ میں

راہِ وفا میں ہو گئے اکبرؑ بھی شہید

اصغرؑ کو ماں نے دے دیا سرور کے ہاتھ میں

انصارؑ اور عزیزؑ تو سب ہو گئے شہید

اب فیصلہ ہے جنگ کا اصغرؑ کے ہاتھ میں

بعدِ حسینؑ عائدؑ بیمار ہیں امام

کارِ نبیؐ ہے اک تن لاغر کے ہاتھ میں

اب ہے حسنؑ کو مدحتِ آلِ نبیؐ سے کام

انجام کیا ہو یہ ہے پیمبرؐ کے ہاتھ میں

”مرحبا سید ابرار حسین ابن علی“

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی
 دین احمد کے مددگار حسین ابن علی
 حق کی اطاعت کے پرتار حسین ابن علی
 مرضی حق کے خریدار حسین ابن علی
 دین اسلام کے معمار حسین ابن علی

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی
 ظلمت اس طرح سے عالم میں بھی اٹھلائی ہوئی
 موت ہر صاحب ایمان یہ منہ ڈلائی ہوئی
 بارغ اسلام کی ہر شاخ تھی مرجائی ہوئی
 خون سے تیرے ہوئی گلزار حسین ابن علی

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی

نیکیاں پھرتی تھیں شیطان کی بہرکائی ہوئی
 دہریت مطلق ایمان پر تھی چھائی ہوئی
 پھرتی تھی عصمت کونین بھی گھرائی ہوئی
 تو نے کی کفر سے پیکار حسین ابن علی

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی
 بن کے حق تو نے کی باطل کے پرتاروں کے جنگ
 ظالم و دہزن و خونخوار ستمگاردوں کے جنگ
 شاہی سے اور حکومت کے پرتاروں کے جنگ
 بن گیا آہنی دیوار حسین ابن علی

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی
 جو بڑھے حد سے عدو ظلم و ستم ڈھاتے رہے
 مینہ کی طرح لعین تیروں کے برساتے رہے
 دشت اور کوہ، جفا دیکھ کے تھراتے رہے
 تو رہا حق کا نگہدار حسین ابن علی

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی

۱۰

”اسلام کی تبلیغ یہ تبلیغِ عزا ہے“

اسلام کی تبلیغ یہ تبلیغِ عزا ہے
سرور کی عزاداری سے ملت کی بقا ہے

ہر سینہٴ مومن بخدا کرب و بلا ہے
جو دل بھی ہے وہ ردضہٴ شاہِ شہدار ہے
یہ آگ کا دریا ہے کہ پانی کی ندی ہے
پیا سوں کی نگاہوں میں دھواں ساری فضا ہے

مہماں کو یہ پردانہٴ جنت دیا شہ نے
زیرِ اکا جو رومال سرخسہ پہ بندھا ہے
اب جھک نہیں سکتا کبھی عباسؑ کا پرچم
یہ مشکِ علم میں نہیں تعویذ بندھا ہے
پیش آگیا اکبرؑ کو کوئی معسر کہ دشوار
ماں کھولے ہوئے بال جو مضرۂٴ دُعا ہے
مقتا ہی کسی ماں کی بنا سکتی ہے اس کو
کیوں دردِ پرہیز کے کلچے میں اٹھا ہے

تیرا صغر کو لگا شکرِ خدا تو نے کیا
نوجواں قتل ہوا شکرِ خدا تو نے کیا
بھائی عزت میں چٹا شکرِ خدا تو نے کیا
ہے نہ تجھ سا کوئی غمِ خوار حسینؑ ابنِ علیؑ
مرحبا سیدِ ابرار حسینؑ ابنِ علیؑ
کر بلا نام ہے اک حق و صداقت کا انیس
کر بلا نام ہے دستورِ اطاعت کا انیس
کر بلا نام ہے شبیرؑ کی عظمت کا انیس
کر گیا دین کو بیدار حسینؑ ابنِ علیؑ
مرحبا سیدِ ابرار حسینؑ ابنِ علیؑ

یہ داغ منور میرے سینے پہ رے گا
اک چاند ہے جو ماتمِ سرود سے ملا ہے



تنہا علی اکبر کا کلیجہ نہیں چھیدا
اس برہمنی نے اسلام کا دل توڑ دیا ہے
بیٹے کے کلیجے سے رشناں باپ نکالے
یہ معرکہ خیبر شکنی سے بھی رسوا ہے
جو صبر کی تصویر نکھر آئی تو چھادر
یہ کس کا لہو شاہ نے چہرے پہ ملا ہے
ہے ٹوٹ کے سامان میں گہوارۂ بے شیر
بالو کے کلیجے میں نیا گھاؤ لگا ہے
ہچکچکی جو کبھی آئی تو صغیر نے کہا یہ
نانی میرے اٹھنے مجھے یاد کیا ہے
پیرا ہن صد چاک بھی چھوڑا نہ شقی نے
جسمِ شہِ مظلوم پہ زخموں کی قبا ہے
فریاد و فغاں لوح و ماتم سے حرم کے
زنداں بھی عسراخانہ شبیر بنا ہے
قیدی نے زباں کھولی لرزے لگا دو بار
بیمار کی للکار میں حیدر کی صدا ہے
یہ کون ہے جو پہنے ہوئے ہتھکڑی بیڑی
زنداں میں محدثی سی اک کھو درہا ہے

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

کہہ رہی تھیں ربابِ رود کر
لوٹ کر ہم کو جہاں چکا شکر
چھا گیا ہے شکوتِ صمرا پر
دل ہلاتا ہے دشت کا منظر

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

نفسِ دل کیسے چین پائے گا
کون جھولا تمہیں جھلائے گا
تم کو ماں کا خیال آئے گا
ہو گا عالم بہت ڈرائے گا

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

دل کی راہیں تلاش کرتی ہیں
تم کو آنکھیں تلاش کرتی ہیں
سرد آہیں تلاش کرتی ہیں
میسری باہیں تلاش کرتی ہیں

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

شہ نے مرقد کہاں بنایا ہے
چاند میرا کہاں چھپایا ہے
تم نے جنگل کہاں بسایا ہے
لال تم کو کہاں سلایا ہے

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

غم کی دنیا نہ یاد آئے گی
ماں تمہیں کیا نہ یاد آئے گی
میسری ممتا نہ یاد آئے گی
کیا سکینہ نہ یاد آئے گی

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

وفا پرست وفا کا نشان لے کے چلے
حیثیت کا دہی آن بان لے کے چلے
پرنے غم کا نیا تر جہان لے کے چلے
علم کے سائے میں ہم اک جہان لے کے چلے

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

یہ وہ علم ہے جو دربارِ پنجتن میں رہا
زہے نصیب امامت کی انجمن میں رہا
کبھی حجاز میں چمکا کبھی یمن میں رہا
ہر اک مقام پر یہ اپنے بانگین میں رہا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

بڑا آرام مامت دے گی
پھاسے زخموں پہ بھی لگا دے گی
دودھ اُترا ہوا پلا دے گی
لوریاں دے کے ماں سُلا دے گی

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

کیسے دیکھو گے قبر کا منظر
وہاں تکیہ ہے اور نہ ہے بستر
وہاں پھپھیاں ہیں اور نہ ہے خواہر
وہاں جھولا ہے اور نہ ہے مادر

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

خون روتے ہیں دل کے سب چالے
ہو کہیاں میسرے مشنوں والے
دو صدا مجھ کو ناز کے پالے
تھے یہ ماسر رباب کے نالے

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

یہی علم تو رسولِ زمن کے ہاتھ میں تھا
 کبھی یہ حیدرِ خیرِ شکن کے ہاتھ میں تھا
 بوقتِ صلحِ امامِ حسن کے ہاتھ میں تھا
 کبھی حسینِ غریبِ الوطن کے ہاتھ میں تھا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

اسی علم نے ہر اک قلب کو جھنجوڑ دیا
 اسی علم نے تو دہیزوں پہ نقش چھوڑ دیا
 اسی علم نے زمانے کے رُخ کو موڑ دیا
 یزیدیت کا اسی نے غسور توڑ دیا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

ہم اس علم کے سہارے کلام کرتے ہیں
 زبانِ کھول کے ذکرِ امسام کرتے ہیں
 ہم اس علم کا بہت احترام کرتے ہیں
 بڑے ادب سے ہم اس کو سلام کرتے ہیں

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

اگر نہ اس کو اٹھاتے تو آج کیا ہوتا
 وفا کے نام سے کوئی نہ آشنا ہوتا
 نہ کر ملا کا نہ کبھے کا تذکرہ ہوتا
 رسولِ پاک کا اسلام مٹ گیا ہوتا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

علم جو غازی کو فسر زبیرِ مصطفیٰ نے دیا
 زمین بوس ہوئے اور قدم کو چوم لیا
 قرین سکینہ کھڑی تھی اسے بھی پیدا کیا
 سبحانی سوکھی ہوئی مشک اور پیرہہ کہا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

علم کو لائے جو نہی خیمے میں شہید ابرار
 سکینہ آگئی زیرِ غلم بحالتِ زار
 یہ سر کو پیٹ کے کرتی تھی شہِ سودہ گفتار
 کہاں ہیں میرے چچا کچھ تو کیجیے اظہار

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

اٹھایا گود میں سرور نے اور روکے کہا
سکینہ نہر سے آئے نہیں تمہارے چچا
اٹھا کے لائے ہیں اکبر ابھی علم بیٹا
بس اب نہ روکے رُلاؤ بڑا ہے یہ صدمہ

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
دُرد پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

علم تو آیا ہے مشکیزہ بھی ہے اس میں بندھا
علم اٹھا کے نہیں لائے ہیں تمہارے چچا
تلاش کرتی ہو تم کس کو ناطہ صغرا
مدینے پہنچ کے یہ فضل نے کیا نوحہ

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے
دُرد پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

(۱۳)

”آپ بابا کہاں ہیں بتا دیجیے“

آپ بابا کہاں ہیں بتا دیجیے
مجھ کو کہہ کر سکینہ صدا دیجیے
مدتیں ہو گئیں ہیں مدینہ چھٹ
مجھ کو نانا کا روضہ دکھا دیجیے
دن سے جا کر وہ خیمے میں پلٹا نہیں
میرا صغرا کہاں ہے بتا دیجیے
چادرین چھین کر شمر سب لے گیا
میسری پھپھو کی چادر دلا دیجیے
دشتِ غربت میں غربت کی رات آگئی
نیند آتی ہے مجھ کو سدا دیجیے
آگ خیموں میں اعدا لگانے لگے
سونے والے سپاہی جگا دیجیے
لوٹ لے جائیں گھر سارا اعدا مگر
میرے صغرا کا جھولا دلا دیجیے

”کبھی مقتل سے جو زنداں میں ہوا آتی ہے“

کبھی مقتل سے جو زنداں میں ہوا آتی ہے

ایک معصوم کے رونے کی صدا آتی ہے

ماں دعا کرتی تھی اصغر مرا پرواں چڑھے

موت کہتی تھی کہ اس سن میں قضا آتی ہے

ہائے بیمار کی زنجیر ہلاتے ہیں لعین

قید میں نیند جو عابد کو ذرا آتی ہے

یادِ شیر میں بھر جاتے ہیں اشکوں سے طعام

سامنے جب کبھی عابد کے غذا آتی ہے

یادِ اصغر میں تڑپ جاتا ہے دل مادر کا

کسی نچتے کے جو رونے کی صدا آتی ہے

جب بیاں کرتی ہیں زنداں کی مصیبتِ زنیب

درو دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

خود کو جھولے سے گرا دیتے ہیں اصغر اُس دم

جبکہ بابا کے بلانے کی صدا آتی ہے

ماں سلا دیتی ہے بچوں کو اگر بہلا کر

یادِ شہ آ کے سکینہ کو جگا دیتی ہے *

میں چچا کو بلا لاؤں گی جا کے خود

مجھ کو دریا کا رستہ بتا دیجیے

بابا اپنی سکینہ سے کچھ بولیے

یہ خموشی کے پردے ہٹا دیجیے

میں طمانچوں کے دکھلاؤں گی یہ نشان

بھینا اکبترہ کورن سے بلا دیجیے

دم گھٹا جا رہا ہے میں مرجاؤں گی

میری گردن رسن سے چھڑا دیجیے

اپنے ماہر کی آنکھوں کو لے شاہِ دیں

ایک بار اور روضہ دکھا دیجیے

گھنگور اندھیرا ہے اے ظالموں زنداں میں
 تربت پر سکیٹنے کی اک دیپ جلا جاتے
 بکھا اتنی بھی جلدی تھی پر لوک کی لے اکبر
 مجھ کو رنڈاپے کی چادر تو اڑھا جاتے
 دکھ لاتے اٹھاتے ہیں سچائی کی رکشا میں
 پڑتے جو پہاڑوں پر سُرمہ سا بنا جاتے
 نادان سکیٹنے کو ارمان یہ اب تک ہے
 عمو میرے دم بھر کو صورت تو دکھا جاتے
 شبیر کو جنتا کی چاہت نہ اگر ہوتی
 کیوں گود کے پالوں کو ماٹی میں ملا جاتے

(۱۵)

”رہر دے میں جگہ پاتے جیون میں سما جاتے“

ہر دے میں جگہ پاتے جیون میں سما جاتے
 شبیر مینے سے گر ہند میں آ جاتے
 کچھ کال نہ پڑ جاتا سنسار میں پانی کا
 دو بوند اگر ظالم اصفیٰ کو پلا جاتے
 اصفیٰ کو تو جلدی تھی پر لوک پہونچنے کی
 گردن کا جو زخم اپنی مساتا کو دکھا جاتے
 سُننے ہیں سکیٹنے کا یہ قید میں کہنا تھا
 بابا میرے دم بھر کو سینے پہ سُلا جاتے
 یلہ لاشہ اکبر پر کہتے تھے شہر والا
 اک بار اداں پھر سے بابا کو سُنا جاتے
 بابا میں کبھی شکوہ کرتی نہیں پانی کا
 لاشہ میرے عمو کا ندیا سے اٹھا لاتے
 اکبر تیری فرقت سے پھنکتا ہے جگر ماں کا
 ہے آگ لگی دل میں اس کو تو بچھا جاتے

”روکے زینبؓ نے کہا رہ گئے سرور تنہا“

~~~~~

روکے زینبؓ نے کہا رہ گئے سرور تنہا  
لاکھ ہیں دشمن دیں اور ہے اک سر تنہا  
نہ تو مقنع ہے نہ چاور نہ عساری ہمیتا  
سر کھلے بلوے میں آئی تیری خواہر ہیمیتا  
ہو چکی شام جدا ہو گئے انصار و رفیق  
دشت کی گود میں ہے عابدِ مضطر تنہا  
تم تو عباسؓ ترائی میں پڑے سوتے ہو  
ظلم کے بیچ میں ہے سبطِ پیمبر تنہا  
اُدھینے سے لگا لوں مجھے ڈر لگتا ہے  
کیسے رہ پاؤ گے اس دشت میں اصغر تنہا  
کوئی پیغام بھی کہلاؤ گے تم نانا کو  
جار ہی ہے یہ بہنِ قبسِ نبیؐ پر تنہا  
لوگ پوچھیں گے اگر کیا انھیں بتاؤں گی  
دل تو پھٹ جائے گا جب جاؤں گی میں گھر تنہا

کر کے قبضے میں فرات آج بڑے فخر کے ساتھ  
نہر پر سوتے ہیں عباسؓ دلاور تنہا  
آگے اندازِ دغا دیکھیں زمانے والے  
جنگ کرتے ہیں عدو سے علیؓ اصغر تنہا  
پھوپھی اماں میں ابھی آتی ہوں پانی دے کر  
دشت میں سوتے ہیں پیاسے علیؓ اصغر تنہا  
لے حسن پاؤ گے دربارِ حسینی سے صلہ  
فاطمہؓ دیں گی تمہیں خلد میں اک گھر تنہا



## آگیا ماہِ عزہ آنسو بہا لوفاطمؑ

آگیا ماہِ عزہ آنسو بہا لوفاطمؑ  
 اپنے بیٹے کی صفِ ماتم بچا لوفاطمؑ  
 آگ سے سحاب کو آکر نکالوفاطمؑ  
 جل نہ جائے عابدِ مضطر بچا لوفاطمؑ  
 چھین کر چادر سروں سے لے گئے اعدا دین  
 ننگے سر زینبؑ ہے چادر تو اڑھا لوفاطمؑ  
 زخم اتنے ہیں کہ گھوڑے پر سنبھل سکتے نہیں  
 گرد نہ جائے لال کو آکر سنبھا لوفاطمؑ  
 تشنہ لب شبیرؑ کی ہمت پہ کہہ کر مرجھا  
 اپنے سینے سے ذرا بڑھ کر لگا لوفاطمؑ  
 بوسہ لینا ہے اگر پیشانیؑ شبیرؑ کا  
 پہلے خاک و خون تو چہرے سے ہٹا لوفاطمؑ  
 سر پہ نیزے پر گھلے سر بیویوں کے ساتھ ساتھ  
 لاشہ بے صبر میں اٹھا لوفاطمؑ

سر گھلے اہلِ حرم میں شام کے بازار میں  
 بیسیوں کو آکے چادر تو اڑھا لوفاطمؑ  
 یاد کر کے رو رہی ہے باپ کی آغوش کو  
 گود میں بڑھ کر سیکھنے کو اٹھا لوفاطمؑ  
 سینہ اکبرؑ سے برہمی کا نکلنا ہے محال  
 کانپتا ہے ہاتھ شدہ کا تم نکالوفاطمؑ  
 دل بہت مشتاق ہے بہر زیارت روز و شب  
 اپنی تربت پر کھنکھ کو پھسرا لوفاطمؑ

پایات ہیں روزه سے بچے حسین کے  
 جو جین تڑپ رہی ہیں کنارہ اُداس ہے  
 بالوں سے جھاڑتی ہیں زمیں قتل گاہ کی  
 خنجر کو دیکھ کر دل زہرا اُداس ہے  
 بے یار ہیں لحد میں رسولِ فلک مقام  
 غم میں حسینِ نانا کا روضہ اُداس ہے  
 سر سے ردائیں چھین چکیں خیمے بھی جل چکے  
 بے وارثوں کی رنج کا پردہ اُداس ہے  
 انجسم سنبھال دل کو یہ غم کا مقام ہے  
 بے گورِ رشہ کی لاش ہے کعبہ اُداس ہے

(۱۸)

غربت پہ بے کسی پہ یہ صحرا اُداس ہے

-----  
 غربت پہ بے کسی پہ یہ صحرا اُداس ہے  
 عباسؑ تیرے سوگ میں دیا اُداس ہے  
 گھر لوٹ کے کب آؤ گے مادر کے تھے یہ بین  
 اصغر تمہاری یاد میں بھولا اُداس ہے  
 بیوہ حُسن کی کرتی تھیں سرپیٹ کر فغاں  
 بیٹا تمہاری موت سے کُشترا اُداس ہے  
 سوتے ہو تم تو چین سے سینے پہ رکھ کے ہاتھ  
 اکبر تمہارے واسطے کُندہ اُداس ہے  
 مہماں بُلّا کے مارا ہے بیکس حسین کو  
 مولا کے غم میں عرشِ معنی اُداس ہے  
 مولا نہ زن کو جائیے کہتی تھیں بیبیساں  
 غش میں پڑی ہے بالی سکینہ اُداس ہے

۱۹

## جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا

جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا  
 اور یہ کہا کہ بیسیوں کا سردار مر گیا  
 سب بیسیاں علی کو پکاریں یہ غل مچا  
 بیڑا ہے ہم غریبوں کا منجد ہاں میں پھنسا  
 تم حل مشکلات ہو شیرِ اللہ ہو  
 ایسا نہ ہو کہ کشتی ہمارے تباہ ہو  
 آنے سے ذوالجناح کے اک حشر بھیا  
 ناگاہ آئے غارتِ خیمہ کو اشقیا  
 راوی نے یہ لکھا ہے وہ راہدارِ بادشاہ  
 خیمے کے درکاروں کے رستہ کھڑا ہوا  
 نیرے عدد لگاتے تھے اُس خوشنواں کو  
 لیکن نہ راہ دیتا تھا وہ فوجِ شام کو

زینب درخیاں سے دیتی تھی یہ صدا  
 کیوں بے زبال کو تیر لگاتے ہو اشقیا  
 ہے ذوالجناح مرکبِ پیغمبرِ خدا  
 زینب کے سر کو کاٹنا تو اس پر کرو جفا  
 اس کا گناہ کچھ نہیں یہ بے گناہ ہے  
 تم لوٹنے کو آتے ہو یہ سترِ راہ ہے  
 آنے دے کس طرح سے یہ فاطمہ کا گھر  
 اس گھر میں آیا تھا ملک الموت پوچھ کر  
 بے وارثوں کو آہ مستاد نہ اس قدر  
 میں تم کو لائے دیتی ہوں جو کچھ یہاں نہ  
 اس ذوالجناح پر نہ زیادہ جفا کرو  
 پانی دو بے زبان کو خوفِ خدا کرو  
 بولے عدو کہ پیاسا ہی ماریاں گے اس کو ہم  
 پانی دیا سوار کو اس کے نہ مرتے دم  
 رچا لستے جدا ہوئی زینب مجسمِ خم  
 حسرت سے ذوالجناح نے دیکھا ہر دئے غم  
 پانی نہ ظالموں نے دیا ذوالجناح کو  
 زینب کے آگے ذبح کیا ذوالجناح کو

زینب نے واضحین کہا سر کو پیٹ کر  
دوڑی بسوے عابد کیس وہ توحہ گر  
نیزہ لگایا ایک ستمگر نے کھینچ کر  
در آیا خیمہ گاہ میں سب لشکر عرس

کُبرا تو خاک ملتی تھی چہرے پہ ہاتھ سے  
کلوٹم منہ چھپاتی تھی اپنا قنات سے  
مقتل کی سمت دیکھ کے سینہ ہو بے قرار  
چلاتی یا حسین سکینہ ترے نثار  
اؤ اگر سکینہ کو کرتے ہو دل سے پیار  
دیکھو کہ ہم پہ کرتے ہیں یہ ظلم بد شعار  
پالا ہے تم نے مجھ کو بھی اس التفات سے  
کھلو ایسے طمانچے نہ غیروں کے ہاتھ سے

حسن

(۲۰)

کھو گئے ہو تم کہاں ڈھونڈتی مادر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

زخم سینے پر لگا اور جگمگ تک چھند گی  
خون سے رنگین ہے سر زمین کربلا  
ہاتھ رکھ لو زخم پر آتی ہے مادر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

آرزو یہ تھی میری دیکھوں مہرے کی لڑی  
ہائے قسمت کیا کروں خون میں میت ملی  
سیج پھولوں کی کہاں خاک کا بستر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے



محسن و یاد رہیں شاہ کا لشکر نہیں  
سو گئے عباس بھی گود میں اخصر نہیں  
سیکڑوں رنج و محن اور اک سرور  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

اک سکینہ سی بہن شمل ہے کوڑوں سے بدن  
اور گلو میں باندھنے، شمر لایا ہے رسن  
ظلم کی ہے انتہا، چھن گئے گوہر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

طوق کا آزار ہے عابد بیمار ہے  
زینب و کلتوم اور شام کا بازار ہے  
بعد تیرے اہل شر لے گئے چادر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

قید سے جسد آؤں گی میں مدینہ جاؤں گی  
پوچھے گی صنوا تمہیں کیا اے بتلاؤں گی  
کس طرح سہہ پائے گی غم تیرا خواہر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

اے شہید کربلا اے شہید مصطفیٰ  
واسطے آپ کو شبیر و شبیر کا  
اب حسن کی یلعبہ، کچھ خبہر اگر  
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

اب فرقتِ غم سہنے کی طاقت بھی نہیں ہے دل میں  
 بلکہ ترس کچھ کھاؤ، میرے پردیسی بیرن

دل میرا یہی کہتا ہے، اب دل نہ سکوں گی تم سے  
 آکر تو اسے سمجھاؤ، میرے پردیسی بیرن

مرحمتے گی صُغرائے کر سٹنے کی تمنا دل میں  
 اب اور نہیں تڑپاؤ، میرے پردیسی بیرن

عمو نے بھی سمجھایا تھا، بابا نے بھی فرمایا تھا  
 بلوائیں گے اب رہ جاؤ، میرے پردیسی بیرن

موت آتی ہے تو آجائے لیکن ہے تمنا میری  
 تم آکے مجھے دفناؤ، میرے پردیسی بیرن

یہ یاد مزدوری رکھنا، دلہن کو بھی لے کر آنا  
 مرقد پہ میرے جب آؤ، میرے پردیسی بیرن

انیتے

(۲۱)

آجاؤ ابھی جاؤ میرے پردیسی بیرن

آجاؤ ابھی جاؤ میرے پردیسی بیرن  
 اک بل فقط مل جاؤ، میرے پردیسی بیرن

یہ آس لگائے در پر چھ ماہ تڑپ کر گزرے  
 شاید کہ ابھی آجاؤ، میرے پردیسی بیرن

ہاتھوں میں عصا کو تھامے کہتی تھی یہ صُغراؤ کو  
 ہونٹوں پہ دم آجاؤ، میرے پردیسی بیرن

اب فرقتِ غم سہنے کی طاقت بھی نہیں ہے دل میں  
 بلکہ ترس کچھ کھاؤ، میرے پردیسی بیرن

یا با نہ کبھی ٹالیں گے عتو جو کہیں گے اُن سے  
اب اُن سے ہکا تم کہلاؤ، میرے پردیسی برن

کچھ کھاتی نہ کچھ پیتی تھی، سوتی بھی نہ تھی روتی تھی  
تھا وردِ زباں گھر آ جاؤ، میرے پردیسی برن

گریاں ہیں انیسے، ہمد م بسن کر یہ بیانِ صُخرا  
صورت تو ذرا کھلاؤ، میرے پردیسی برن

انیسے

(۲۲)

کچھ معجزہ اے شامِ غریباں تو دکھا دے

وارث نہیں اب کوئی، شہید ہو گئے سرور  
مصرفِ فقاں ہیں حرمِ سبطِ پیمبر  
نزدیک چلے آتے ہیں خیموں کے ستمگر  
اتنا بھی نہیں کوئی جو رو کے انھیں بڑھ کر

سب چھوٹے بڑے کرتے ہیں یوں درد سے نلے  
ان ظالموں سے کوئی ہمیں آ کے بچا لے

کچھ معجزہ اے شامِ غریباں تو دکھا دے  
جلتے ہوئے خیموں کی ذرا آگ بجھا دے

بھیلا ہے دھواں گھٹتا ہے دم خورد و کلاں کا  
بے وارثوں کو کچھ تو کہیں امن کی جا دے

بیہوش ہیں تب سے نہ جلاویں کہیں شعلے  
تو سید سجاو کو بستر سے اٹھا دے

مر جائے گی جلتے ہوئے دیکھے گی جو بانو  
لنہ تو گہوارہ اصغر کو بچا دے

بن باپ کی بچی کو جلا دے نہ بھڑک کر  
دامن میں لگی آگ سکینہ کی بجھا دے

ہے مجمعِ اعدا کھلے سر آلِ نبیٰ ہیں  
تاریکی شب کی ہی ردالا کے اڑھا دے

دُرِ بالی سکینہ کے لعین چھین رہا ہے  
مقتل میں ذرا شانہ عباسِ ہلا دے

جو لے گیا ہے چھین کے کانوں سے ستم  
وہ شمس سے دُرِ بالی سکینہ کے دلا دے

کس کرب سے دیتی ہے صدائیں مرقع  
بچھڑے ہوئے غمو سے بھتیجی کو ملا دے

پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی مقتل میں سکینہ  
شبیر کے لاشے کا اُسے بڑھ کے پتہ دے

بھٹ جائے نہ غم سے کہیں بچی کا کلیجہ  
میت سے ذرا باپ کی بیٹی کو چھڑا دے

ضد کرتی ہے سوتی نہیں بن باپ کے بیٹے  
کچھ دے کے تسلی تو سکینہ کو سٹلا دے

کوئی بھی انیسے ایسا نہیں شامِ غریباں  
جو دل پہ گذرتی ہے وہ سرور کو سٹلا دے

ٹھہرو نہ ابھی جاؤ، نہ جاؤ میرے پیارے  
کچھ دیر تو رک جاؤ یہ ماں صدقہ آتا ہے

ٹھہرو نہ ابھی جاؤ، نہ جاؤ میرے پیارے  
کچھ دیر تو رک جاؤ یہ ماں صدقہ آتا ہے

یہ ارض ہے کس طرح کی کیا اس میں اثر ہے  
دوبے ہیں یہاں فرسش پہ افلاک کے تارے

بتا ہے پسِ وقتِ مصیبت میں سہارا  
کیا کام نہیں آؤ گے غربت میں ہمارے

باقی نہیں اب کوئی، عدو گھیرے ہوتے ہیں  
بابا کو چلے چھوڑ کے اب کس کے سہارے

عباس کے غم ہی سے کہاں ہوش بجا ہیں  
مر جائیں گے سرور جو ابھی تم بھی سدھارے

گو میل گئی اکبرؑ کو رضا جنگ کی لیکن  
روکو انھیں زینبؑ کے مسلسل ہیں اشائے

ارمان تھے کیا دل میں تمنائیں تھیں کیا کیا  
اب ان کی جگہ قلب سے اُٹھتے ہیں شرارے

بکھرے ہیں لپٹنے سے جو ہر بار جبیں پر  
اُلجھے ہوئے گیسو تیرے ماں پھرے سنوائے

لاؤنگی دلہن بیاہ کے گھر ہوئے گا آباد  
اس آس پہ امٹا رہ برس میں نے گزائے

ہر صاحب اولاد کی ہوتی ہے یہ حسرت  
پہنچائے میرا لال مجھے گور کنارے

دیکھو تو ذرا باپ کی حالت کو میں صدقے  
کس درد سے کرتے ہیں تیرے رخ کے نظارے

اکبر نہ کر د جانے کی ضد اتنا تو سوچو  
ہے کون ایسے شہر دیں مر گئے سارے

انیس

(۲۴)

روکے کہتی تھی سکیٹہ 'مرے بابا' بابا

دیکھیے حال تو آکر 'مرے بابا' بابا

روکے کہتی تھی سکیٹہ 'مرے بابا' بابا  
دیکھیے حال تو آکر 'مرے بابا' بابا

واحسینا کی صدا آتی ہے لرزاں ہے زمیں  
کیسا برپا ہے یہ محشر 'مرے بابا' بابا

مجھ سے کہہ کر یہ گئے تھے ابھی ہم آتے ہیں  
اُسے پھر کیوں نہ پلٹ کر مرے بابا 'بابا

اُگ خیموں میں لگا دی، کیا بھائی کو اسیر  
چھین لیں رائٹوں کی چادر مرے بابا، بابا

شمرنے مارے طمانچے مرے رُخساروں پر  
چھین کر لے گیا گوہر، مرے بابا، بابا

شب اندھیری یہ الم اور جدائی یہ جفا  
شاق کتنی ہیں یہ مجھ پر مرے بابا، بابا

جانے کیا ڈھونڈتی ہیں خاک میں اُم فروا  
حالِ کبرا بھی ہے ابتر مرے بابا، بابا

چوڑیاں توڑیں چچی کی پھوپھی اماں نے تمام  
فضل کیوں روتے ہیں کہہ کر مرے بابا، بابا

ہاتھ دل پر ہی رکھے رہتی ہیں اماں ہر دم  
جب سے رن میں گئے اکبر مرے بابا، بابا

گود پھیلائے درخیمہ پہ وہ رہتی ہیں  
ایسا کیوں کرتی ہیں مادر مرے بابا، بابا

آپ جا کر نہیں آئے یہ ہوا حالِ پھوپھی  
سوتیں وہ بھی نہیں شب بھر مرے بابا، بابا

کب سے ہے حال پریشان انیسے پر غم  
کچھ ترس کھائیے اس پر مرے بابا، بابا

---

انیس

(۲۵)

کہتی تھی یہ شہ کی دختر، اماں سو جاؤنگی میں  
آپ کیوں ہیں اتنی مضطر، اماں سو جاؤنگی میں

کہتی تھی یہ شہ کی دختر، اماں سو جاؤنگی میں  
آپ کیوں ہیں اتنی مضطر، اماں سو جاؤنگی میں

پیا س کی شدت، دھواں، جور و جفا بے دارثی  
ان کا بھی غلبہ ہے مجھ پر، اماں سو جاؤنگی میں

دروہے کانوں میں، سوزش ہے ابھی رُخا میں  
جس طرح بھی ہوگا بہتر، اماں سو جاؤنگی میں

گھر جلایا چادر میں پھینیں، رسن بستہ کیا  
ہے اثر اس کا بھی دل پر، اماں سو جاؤنگی میں

یہ بھیا نک رات وارث بھی نہیں آتا ہے خوف  
آنہ جائیں پھر ستمگر، اماں سو جاؤنگی میں

اب ہیں بابا اور نہ عمو اور نہ بھائی گھر نہ در  
غم سے ہے گو حال ابتر، اماں سو جاؤنگی میں

پانی بھرنے کو گئے ہیں لے کے مشکیزہ مرا  
جب چچا آئیں گے لے کر، اماں سو جاؤنگی میں

سینہ بابا پہ نیند آجاتی تھی فوراً مجھے  
رات ہے پہلی بچھڑ کر، اماں سو جاؤنگی میں

لے کے بابا آئیں گے شب کو جو اصفہر روئیں گے  
اُن کو سینے سے لگا کر، اماں سو جاؤنگی میں



ٹہسے مجھ کو بچالیں بن کے صابن اس گھڑی  
بھرنے روؤں گی تڑپ کر، اماں سو جاؤں گی میں

چار سونگراں تھیں تاریکی میں آنکھیں خون سے  
ماں سے کہتی تھی برابر، اماں سو جاؤں گی میں

اے انیسویں غم رسیدہ اس قدر ہے درد دل  
سانس لینا بھی ہے دُوبھر، اماں سو جاؤں گی میں

(۲۶)

جتنے بھی مصائب ہوں نہ گھبراؤ یوزینبؑ  
ہر ظلم و ستم شان سے سہہ جائیو زینبؑ

جتنے بھی مصائب ہوں نہ گھبراؤ یوزینبؑ  
ہر ظلم و ستم شان سے سہہ جائیو زینبؑ

عاشور کی شب آئی علمدار تمہیں ہو  
اس قافلے کی قافلہ سالار تمہیں ہو  
بچو کی خبر لیجیو بہلائیو زینبؑ

کھو جائے تو اُسے ڈھونڈ کے لانا  
ہو باپ کے سینے پہ تو آہستہ اٹھانا  
بابا نہیں اب آئیں گے بہلائیو زینبؑ

ے جائیں اگر شام کے دربار میں شامی  
تنزیل کی خاطر پرے سجتا و گرامی  
تم ساتھ بھتیجے کے چلی جائیو زینب

جب شام کے بازار سے سرنگے گزرنا  
گھبرا کے ستم سے کبھی فریاد نہ کرنا  
بس بھاتی کا سر دیکھ کے رہ جائیو زینب

فیہوں میں لگے آگ تو عابد کو جگانا  
چھن جائے ردا سے تو آنسو نہ بہانا  
قیدی بھی بنائے تو چلی جائیو زینب

قیدِ ستم شام سے جب چھوٹ کے جانا  
رودادِ الم نانا کے روضے پر سنانا  
دُروں کے نشان نانا کو دکھلائیو زینب

شیعوں کو میرے دیکھو یہ آخری پیغام  
جس وقت میتر ہوئیں پانی کا اک جام  
شریت پر میری فاتحہ دلائیو زینب

روئے گی میری یاد میں دن رات سکیئہ  
مر جائے گی زندان میں گھٹ گھٹ کے سکیئہ  
زندان میں معصوم کو دفنائیو زینب

ہم حیدری ماتم کے لیے آئے ہیں بی بی  
اشکوں سے لکھے نوہِ غم لائے ہیں بی بی  
محشر میں شفاعت کے لیے آئیو زینب

ہے تین دن سے پیاسا شدت ہے تشنگی کی  
گودی میں لا کے حالی اصغر تمہیں دکھاؤں

پانی میں جو قطرہ تو سب سے پہلے جا کر  
بیتاب پیاس ہے اشغرا سے پلاؤں

لائے اگر نہ پانی اندیشہ ہے یہ عمو  
یونہی تڑپ تڑپ کر یا سی ہی مرنے جاؤں

عبداللہ فضل باقر ہیں تشنگی سے مضطر  
لا دیں جو آپ یانی میں تشنگی بجھاؤں

پیا سی ہوں پانی لینے عمو کو جلنے دیکھے  
 بابا سے آپ کو یہ کہہ کر رضا دلاؤں

الغَطْشُ - العَطْشُ - العَطْشُ - العَطْشُ

عمو یہ سنیے کیسی آوازیں آرہی ہیں  
العطش۔ العطش۔ الوطن۔ الوطن

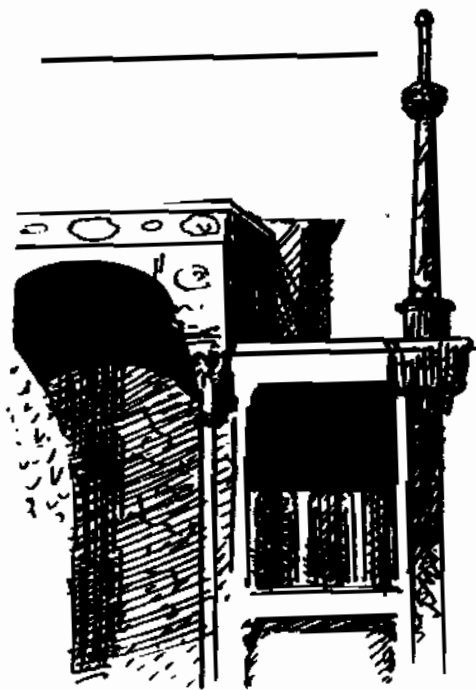
گر آپ دین اجازت مشکیزہ کے آؤں  
پیارے چچا کہیں تو اپنا دین دکھاؤں

بچے تمام پیاسے نالہ کُناں ہیں کب سے  
سب کہتے ہیں مجھی سے پانی میں ہی منگاؤں

نظریں لگی ہیں مجھ پر سب کا یہ فیصلہ ہے  
دریا اٹھا کے لائیں عباسؑ گر میں چاہوں

ڈرتی ہوں جو گیا ہے صبح سے وہ نہ لوٹا  
ہاتھوں سے خود ہی اپنے تم کو دس گناؤں

دل میں انیس کے ہے بس اک یہی تمنا  
آئے اجل تو نوحہ پڑھتا ہوا یہ جاؤں  
العطش - العطش - العطش - العطش



پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

ہے میرے نانا کی امت کا معاملہ سن لے  
لبوں سے نکلی مسلسل میری دعا سن لے  
یہ وقت ذبح کا ہے شہ کے اے خدا سن لے  
تو بخش دے میرے معبود تو ہی قادر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

وہ ایک دن میں بہتر کی لاش کا لانا  
قسم خدا کی یہ شبیر کا کلیجہ تھا  
پڑے ہیں اتنے مصائب حسینؑ پر تنہا  
جسے بتا نہیں سکتے زبان قاصر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

ترپ رہا تھا شہ دین کے ہاتھ پر لاشہ  
خدا گواہ کہ پھر بھی کیا ہے شکر خدا

چھپ نہیں سکتا حسین کا تھو ہے  
لہو کی چھینٹ تری آستیں پہ ظاہر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

جسے نہ موت کا ڈر تھا وہ زندگی بولی  
لگا مے پہرے زباں پر تو خاموشی بولی  
یزیدی قصر میں خن بن کے بے کسی بولی  
حسین حق پہ ہیں ظالم یزید فاجر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

یزید تیرے ارادوں کو میں مٹا دوں گا  
یزیدی کفر کی دیوار میں گرا دوں گا  
پرٹی جو سر کی ضرورت تو سر کاٹ دوں گا  
میں کس شجاع کا بیٹا ہوں سب پہ ظاہر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

اثر یہ خون شہیداں کا دیکھ لے دنیا  
جو خاک خاک تھی اس کو کیا ہے خاکِ شفا

یہ کہہ کے خون بھرے کرتے میں شہ نے دفن کیا  
یہی جو ہدیہ شبیر ہے جو آخر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

نہا کے خاک پہ ہیں خون کے پسینے سے  
حیات روٹھ گئی نوجواں کے پسینے سے  
سنانِ ظلم جو کھینچا پسر کے پسینے سے  
پکارا اٹھی مشیت حسین صابر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

چڑھائیں غیظ میں گراستین کو عباس  
پناہ دیں نہ کہیں پھر لعین کو عباس  
یہ فوج کیا ہے اگٹ دیں زمین کو عباس  
مگر حسین کی مری خیالِ خاطر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

نبیؐ کے نورِ نظر دل کے چین کا خون ہے  
علی و فاطمہ کے نورِ عین کا خون ہے

سلام کرتی ہے کاوش یہ عظمت کعبہ  
اسی سے کرب و بلا کی زمین طاہر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے  
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

(۲۹)

میرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد  
حسین وارث خیر الانام زندہ باد  
دلوں کے فاتح اعظم امام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

علیؑ کے لال کا، زہرہ کے نور عین کا ذکر  
جہاں جہاں بھی ہے مظلومی حسین کا ذکر  
وہیں وہیں ہے محمدؐ کا نام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

مٹی زمانے سے باطل کی تیرگی جن سے  
مٹی جہاں کو حقیقت کی روشنی جن سے  
تمہارے شعلہ بد اماں خبیام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

فلک کی آنکھ سے اشکِ خلوص بہتے ہیں  
شفق کو سُرخیِ خونِ حسین کہتے ہیں  
صدائقوں کی یہ فستحِ دوام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد



باشہید کہ مرٹ جائے نام دین خدا  
نہارے خون کے قطروں نے بجتی ایسی جلا  
شائیز بید کا دنیا سے نام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

پا ہے سارے زمانے میں مجلس و ماتم  
نار ہے ہیں ہزاروں برس سے تیرا غم  
ہے داستان ابھی ناتمام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

کی یزید کی بیعت کٹا دیا سر کو  
نہا کی راہ میں تو نے لٹا دیا گھر کو  
رے سبب سے ہے دیں کا قیام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

نماں کی نوک پہ قرآن پڑھ رہا مختار  
میں خیال پڑے غیر کی نہ اُن پہ نظر  
مزم کے پردے کا یہ اہتمام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

ٹھائے لاشے پہ لاشے ہوا نہ دل بیتاب  
ملا نہ تین شب درون تجھ کو قطرہ آب

پیا خوشی سے شہادت کا پیام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

اٹھائے صدے پہ صدے تو غم پر غم تو نے  
مگر کیا نہ کبھی شکوۃ الم تو نے  
تمہارے صبر کو لاکھوں سلام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

نہیں نظیر تری دو جہاں میں واللہ  
فنا ہوئی جو رہ حق میں روز عاشورہ  
مل ہے تم کو حیاتِ دوام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

یہ بات کہہ گئے کس درجہ خوش بیانی سے  
کہ موت اچھی ہے ذلت کی زندگانی سے  
رہے گا تا بہ ابد یہ پیام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

جہاں میں قائم دوام رہے گا نام حسین  
نوید زندہ و جاوید ہیں امام حسین  
ہو ابے دین کا ان سے قیام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

(۳۰)

کہتے تھے سبط بنی ہم کو نہ رو کو دختر

ابھی سدھارے نہ تھے دن کو شاہ جن دلبر  
بپا تھا خیمہ آل رسول میں محشر  
کھڑے تھے در پہ شبہ کمر بلا جھکائے سر  
کہ ایک ننھی سی بچی نے یہ کہا آ کر

نہ پانی مانگوں گی شکوہ نہیں کروں گی میں  
نہ جائیں چھوڑ کے بابا نہ جانے دنگی میں

کہتے تھے سبط بنی ہم کو نہ رو کو دختر

جاتے ہیں ملنے کو عمو سے ترے دربار

دیتی ہو کوئی پیام یا فقط کہیں سلام

شکوہ کر لینا جب آجائیں چچا ہے بہتر

بانی گریہ پائیں گے جلد لوٹ آئیں گے

ان کھونا نہ مری جان کہیں رو رو کر

گھر اگر نہ آسکوں رات کو دن میں رہوں

ڈھونڈنے بن میں نکل آنا نہیں گھر اگر

پاس ماں کے سونام تم نہ بی بی رونا  
شب میں بابا کا جو سینہ نہیں پاؤ دلبر

کیا ہوئی ہم سے خطا آپ نے جو یہ کہا  
سونام ہے پہلو میں اماں کے تو ننھا مگر

مسن کے یہ پیار کیا اور سکینے سے کہا

آج سو جائے گا وہ پاس ہمارے دلبر

گھر بڑا کوہ محسن، باپ کے منکے سجن

اشک آنکھوں میں بھرتے کئے لگی روپیہ

اے انیس دیگر، کر نہ رخصت تحریر

غم سے پھٹ جائے گا سینہ بکھادہ منظر



(۳۱)

لاش عباس عارن سے آرزو کی

قائد کو آئیے جس دم سنی صدا  
بیردوڑے جانب صحرا برہنہ یا  
پتے قریب بھائی کے فز زہ مصطفیٰ  
بھٹا کہ سر نوکار ہے باز وہی ہیں جد

شبیر خنجر مار کے پہلو میں گر گئے  
اکبریہ سمجھے بابا جہاں سے گزر گئے

دیر بعد سنبھلی طبیعت تو کی بسکا  
تم بھی ہوتے ہو غربت میں کیا جدا  
وہ ہے کوئی جو وصیت پیئے خدا  
کی لئے تب اشاروں سے کی شہ سے التجا

کیا منہ دکھاؤں پیاسی ہے دختر امام کی  
خیمے میں لے کے جاؤں نہ میت غلام کی

لاش عباس عارن سے آرزو کی  
بنت زہرا یہ عنم بھلا نہ سکی

کتنی غریب تھی لاش عسریاں کو  
ایک چادر بہن اڑھا نہ سکی

کیوں نہ تا عمر دتے ایسی بہن  
سوگ جو بھائی کا منا نہ سکی

ایسی اُجڑی رسول کی کھیتی  
پھر کبھی ہائے لہلہا نہ سکی

بعد عباس خیمہ شہ سے  
پھر صیدا العطش کی آرزو کی

قلب اکبر ہوا ہے جب سے فگار  
ہاتھ سینے سے ماں ہٹا نہ سکی

دل میں زینب کے رہ گیا ارماں  
شادی اکبر کی وہ رچا نہ سکی

شب کو دلہن صبح ہوئی بیوہ  
لکھا تقدیر کا مٹا نہ سکی

بانو زنداں میں روشنی کے لئے  
قبر پر اک دیا جلا نہ سکی

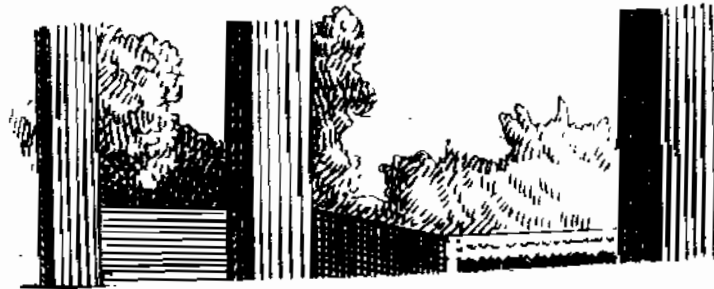
زنداں کے اندھیرے میں کچھ حرکت میں ہیں دیکھے سائے

زنداں کے اندھیرے میں کچھ حرکت میں ہیں دیکھے سائے  
آشایہ بتلاتے ہیں وہ سب ہیں بہت گھبراے  
کچھ اس طرح سے آتی ہیں زنجیروں کی آوازیں  
جیسے کوئی جکڑا قیدی بیتابی سے اُٹھ جائے  
اک دائرہ سا بنتا ہے جھکتا ہے زمیں کی جانب  
جس طرح کوئی کچھ ڈھونڈے یا دوسرے کو دکھلائے  
کیا قصہ ہے رب اکبر کچھ روشنی تو پیدا کر  
کیا گزری اسیروں پر ہے وہ صاف نظر تو آئے  
وہ قیدِ ستم سے اُٹھا طوفانِ بکا و ماتم  
زندان کی تاریکی نے اشکوں کے دیے جلائے  
جب شمع جلی اشکوں کی تو صاف نظریہ آیا  
ہے خاک پہ بیٹھی بالناک بچی کو لپٹائے  
حلقہ ہیں کئے سب رانڈیں اور کہتی ہیں یہ رورو کر  
کو کھ اُجڑی ہوئی مادر سے میت تو کوئی چھڑوائے

۹۳  
اقربا کی جدائی کے غم سے  
صغرا تا عمر مسکرا نہ سکی

بھیا زینب تری سکینہ کو  
قید سے ساتھ اپنے لائے کر

لب تو کھولے علی کی دختر نے  
ظلم کی داستاں سنانہ سکی



مر جائے نہ وہ اس غم سے بانو کو ہوا ہے مکتہ  
ایک کا منہ تکی ہے کوئی تو اسے دلوائے  
لال کے درو دیواریں ہتی ہیں مسلسل غم سے  
مکرتی ہے لہزب نامے لے بالی سیکندہ ہائے  
نادار پھوپھی ہے بیٹا بتلاؤ تو اس غربت میں  
نہلانے کو تیری میت پانی وہ کہاں سے لائے  
کس سے کفن منگواؤں سب قتل ہوئے کربل میں  
در بھی نہیں ہے سر پر کس طرح تجھے کفنائے  
بیار برادر تیرا ہے زنجیروں سے جکڑا  
کیسے وہ لحد کو کھودے کیسے تجھے دفنائے  
نہر ہے مرنے پر بھی، ہیں جو رد جفائیں تجھ پر  
ہے یزیدِ ظلم میت بھی نہ باہر جائے  
کہتے ہیں حجاب آتا ہے سب آپ کو علم ہے مولا  
کس کس کو انیس مضطر کیا حال ہے کیا بتلائے

دے اُس کو سلامی لے کوثر کربل میں جو ندیا بہتی ہے

دے اُس کو سلامی لے کوثر کربل میں جو ندیا بہتی ہے  
ہر آنے جانے والوں سے شبیر کی پستیا کہتی ہے  
جو پیاس کے مارے مرنا تھا جو پانی پانی کرتا تھا۔  
اے نہر وہ پیاسا رُودھ جلا اب کس کے لئے تو بہتی ہے  
ہم شمل بنی کے سینے میں برچھی کی آنی جو ٹوٹی ہے  
اسلام کے کوئل ہر دے میں اب بھی وہ کھسکتی رہتی ہے  
چودہ سو برس بیتے ہیں مگر کربل کی کنکھاب بھی نئی  
شبیر کا غم ہر دل میں ہے ہر آنکھ سے ندیا بہتی ہے  
اے شمر پیمبر زادی ہے یہ راج کس کی  
جو چاند سا چہرہ بالوں سے ہر وقت چھپا رہتی ہے  
بھائی کا سفر تو ختم ہوا سکھ نیند دہ کو کربل میں  
ناشام بہن کو جانا ہے اب دکھ وہ سفر کے سہتی ہے  
جو چاند ستارے بوسے تھے سرور نے سسکتی دھرتی پر  
وہ سورج بن کر ابھرے ہیں اب دُنیا روشن رہتی ہے  
حق جتیا باطل ہار رہا ہے، نوبت ہے یہ فتح بیکس کی  
عابد کے لرزے قدموں میں زنجیر جو کبھی رہتی ہے

اب تک جو ہے آنجان کچھ ایسے بھی ہیں بھائی  
ہو جاتی ہے مظلوم کے ماتم میں لڑائی

بھول اپنی ہے ہر دے میں جو یہ گردِ جی ہے  
دوش اُن کا نہیں اپنی ہی کوشش کی کمی ہے

جو حال سنانا تھا سنا یا نہیں اُن کو  
مہاں کا جنازہ ہے بتایا نہیں اُن کو

اس دیش کے باسی اِدھر آؤ اِدھر آؤ  
مہاں کے تابوت کو سب مل کے اٹھاؤ

خود اُس نے کیا تھا اِدھر آنے کا ارادہ  
مہاں جو ہمارا ہے وہ پہلے ہے تمہارا

ہر سال وہ آتا ہے محبت کو بڑھانے  
آپس میں گلے بھائی کو بھائی سے ملانے

(۳۴)

ترانہ

شبیر کی جچے

”شبیر کی جچے بول کے دنیا کو ہلا دو“

~~~~~

شبیر کی جچے بول کے دنیا کو ہلا دو
حق ساتھ تمہارے ہے یہ دنیا کو بتا دو

غم ہے اسی مظلوم کا ماتم سے اسی کا
تیرہ سو برس سے یہ محرم ہے اسی کا

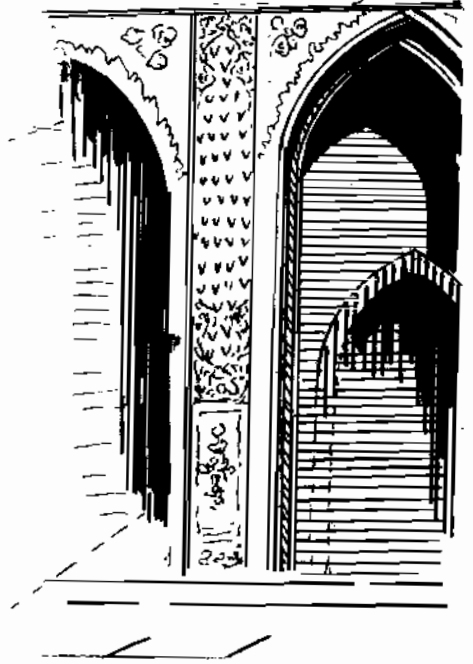
شبیر نے اس ویش کو جب یاد کیا تھا
اسلام کا اس سمت پتہ تھا نہ سرا تھا

جب پیو پانی حسین ابن علی کا نام لو

جب پیو پانی حسین ابن علی کا نام لو
یاد کر کے پیاس مولا کی کلیجہ ستھام لو
سر بلا کے تشنہ کاموں سے یہ کہتے ہیں علیؑ
آؤ میرے پاس تم کو تر کا مجھ سے جام لو
الفتِ شبیر ہے تو غم کو و شبیر کا
حضرت عباسؓ سے درد و وفا کا جام لو
آکے میدان میں یہ اعدا سے کہا عباسؓ نے
اہلِ دوزخ آؤ مجھ سے موت کا پیغام لو
پرچمِ اسلام ہے عباسؓ عنازی کا علم
اُس کے سائے میں رہو اُس کا پھر رہ تھام لو

پھر خونِ مسلمان کا اپنے نہ بچے گا
شبیر کے صدمے میں سدا میل ہے گا

مہمان کا یوں کرتے ہیں آدریہ دکھا دو
شبیر کی جیے بول کے دنیا کو ہلا دو



کاروانِ حق جو گذرا شام کے بازار سے

کاروانِ حق جو گذرا شام کے بازار سے
 ہوتی ہے تبلیغِ دین زنجیروں کی جھنکار سے
 انقلابِ دہر دیکھو کوفے کی شہزادیاں
 جارہی ہیں سرِ برہنہ کوفے کے بازار سے
 دیکھ کر عباس کی جنگِ اشقیا کہنے لگے
 لڑ رہے ہیں آج جیسے حیدرِ کُتر سے
 بھر کر مشکیزہ جو پلٹا نہر سے وہ بادِ فا
 کر دیا فوجوں نے حملہ تیر سے تلوار سے
 ہائے مجبوری کا عالم ہو گئے شانِ قلم
 کیا بچے مشکِ سکیئہ تیروں کی بوچھاڑ سے

گرتے گرتے تم سنبھل جاؤ گے ہے دعویٰ میرا
 جب کبھی ٹھوکر لگے مولا علیؑ کا نام لو
 وقتِ رخصت اپنی ماں جائی سے کہتے ہیں حسین
 ہم کو رخصت کر کے زینتِ صبر سے تم کام لو
 گرتے پڑتے لاشہ اکبر پہ جاتے ہیں حسین
 اے فرشتو تم ادب سے شہ کا بازو تھام لو
 کانوں سے بالی سکیئہ کے لوؤں کو چپیر کر
 گوشوارے اس یتیم کے نہ اہلِ شام لو
 ہے شہد سے موت شیریں بولے قاسم شاہ
 اے چچا رن کی اجازت دے کے میرا نام لو
 کھو دیں شہ قبر ایک ننھی سی اے مشکل کشا
 صرف اتنی دیر کو اصغر کی میت تھام لو
 حق کی راہوں میں یقینی تم نہ بھٹکو گے کبھی
 حضرتِ شبیرؑ جو دیتے ہیں وہ پیغام لو

لائے ہیں ظالم پہننے تشنہ لب کو بٹریاں
 بار یہ کیسے اُٹھے گا عابد بیمار سے
 دیکھنا چشمِ تصور سے ذرا اے مومنو !
 شہ نے کھودی قبرِ اصغر کس طرح تلوار سے

یہ بیاض اپنے بچوں کیلئے
 کی جو دیارِ عنبر میں مقیم ہیں
 طالبِ دعا

سید نذر عباس فریدی
 ۱۴. ۸. ۲۰۱۵

